مقتضیاتِ ایمان

(۳)

ایمانیات خمسہ اور ان کی ضروری تشریح

از جناب مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری

۲- ایمان بالملائکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اس کے فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور یہ اس حیثیت سے لازمی قرار دیا جاتا ہے کہ توحید الٰہی کی پوری حقیقت واضح ہونے کے لیے ان تمام رخنوں کو بند کر دینا ضروری ہے جہاں جہاں سے مخلوق پرستی کے آغاز کا خطرہ ہے اور غیر اللہ کی بندگی و غلامی اور شرک یا اس کے ادنیٰ سے ادنیٰ موجبات کے شروع ہونے کا ذرہ بھر بھی امکان ہے مافوق الطبیعت روحانی اور غیر مرئی مخلوقات کے تصور سے انسانی ذہن میں حس و عقل سے ماورا چیزوں کے متعلق غیر معمولی عقیدت مندی کے جذبات کسی نہ کسی شکل و صورت میں خواہ مخواہ ابھر ہی جاتے ہیں اور بسا اوقات دلوں اور دماغوں میں اس قدر راسخ ہو کر جم جاتے ہیں کہ انسانی زندگی کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے اور ان کی وجہ سے اوہام و خرافات کا عجیب و غریب غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پھر عملی گوشوں میں بھی اس کے نمونے نظر آنے لگتے ہیں۔ چنانچہ جن جن مختلف قوموں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء و رسل مبعوث ہوئے ہیں ان سب میں جاہلیت نے اس راستہ سے بھی نفوذ کیا ہے ان میں فرشتوں کے وجود کا اقرار تو موجود رہا مگر علم حقیقت سے دور ہو جانے کے باعث جہالت و غفلت اور شیطان کی وسوسہ اندازیوں نے ان کو گمراہی میں مبتلا کر دیا اور انھوں نے فرشتوں کو اللہ کے شریک اور اس کی اولاد تک قرار دے لیا۔ اسی لیے قرآن عزیز نے پوری شرح و بسط اور تفصیل کے ساتھ فرشتوں کے متعلق تصریح کر دی ہے جس سے ایک طرف ان کا وجود ثابت ہوتا ہے

تو دوسری طرف کائنات میں ان کا صحیح موقف اور خصوصاً انسان کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت بھی متعین ہو جاتی ہیں۔

فرشتوں کی خصوصیات قرآن عزیز نے فرشتوں کی حقیقت و ماہیت سے گفتگو کرنے کے بجائے ان کی ہستی کا اثبات کرتے ہوئے ان کے وجود پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور ان پر اس حیثیت سے روشنی ڈالی ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی شخصیت رکھنے والی مخلوق ہیں، ان کے اوصاف، خصوصیات اور لوازم ہیں، ان کی خدمات، فرائض اور واجبات ہیں، نہ مجرد قوتیں یا ارواح لطیفہ ہیں اور نہ خدائی کے شریک و مددگار ہیں۔ پس جو "تجدد پسند" حضرات انھیں تشخص کے اعتبار سے نہیں مانتے وہ دراصل اسلامی عقائد سے صریح انحراف کر رہے ہیں اور قرآن کے حقائق سے دور جا پڑے ہیں۔ لہذا ہم قرآنی شواہد ہی سے بتائے دیتے ہیں کہ فرشتے کون ہیں، ان کے کام کیا ہیں، ان کا ماننا کیوں ضروری ہے۔ انکار سے کیا لازم آئے گا۔

قرآن کے مطالعہ کرنے سے ملائکہ کے متعلق سب سے پہلے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ مجموعی کائنات ہی کی طرح اللہ تعالیٰ کے مخلوق، مربوب اور محکوم ہیں، علم و ارادہ اور اختیار سے صرف اس حد تک متصف کیے گئے ہیں کہ ان سے متعلق جو فرائض ہیں انھیں انجام دے سکیں۔ چنانچہ فرمایا جاتا ہے:

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ
(سورۂ انبیاء - ۲)

(بات وہ نہیں ہے جو منکرین دعوت حق کہتے ہیں) بلکہ وہ بزرگ بندے ہیں جو اللہ کے سامنے بات کرنے میں سبقت نہیں کرتے اور اس کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

اور پھر ان کی عبودیت و بندگی کے عالم کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ:

لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۝ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ

فرشتے اللہ کی عبادت سے متکبرانہ انحراف نہیں کرتے اور نہ اس کی بندگی سے جی چراتے ہیں، وہ رات دن تسبیح میں لگے رہتے ہیں سستی نہیں کرتے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے۔

لَا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ (سورۂ تحریم - ۲)

جو کچھ بھی اللہ نے انھیں امر فرمادیا ہے، وہ اس میں کبھی نافرمانی نہیں کرتے، اور جس پر وہ مامور ہیں، کیے چلے جارہے ہیں۔

ایک اور جگہ یہ فرمانے کے بعد کہ علوی وسفلی تمام مخلوقات اور فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہیں، فرمایا کہ فرشتوں کی خاص کیفیت کیا ہے۔

وَہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ۔ یَخَافُوۡنَ رَبَّہُمۡ مِّنۡ فَوۡقِہِمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ

اور وہ کسی طرح کا تکبر نہیں کرتے۔ اپنے رب سے جو ان پر بالادست ہے ڈرتے ہیں اور جو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں۔

اور یہ بھی فرمادیا ہے کہ ہر حال میں وہ اندیشہ ناک رہتے ہیں۔

یُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِہٖ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ مِنۡ خِیۡفَتِہٖ (سورۂ رعد - ۲)

بجلی کی گرج اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے بھی اللہ کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

اور فرمایا ہے کہ:

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا (نازعات - ۱)

پھر کام کی تدبیر کرنے والے فرشتوں کی قسم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے قانونِ قضا کی تدبیر تو خود ہی فرما رہا ہے مگر اس کے اذن و مشیت کے تحت اس کے فرامین کی تکوینی تدبیر فرشتوں کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ نظامِ عالم جن کارکنوں کے ذریعے سے چل رہا ہے وہ دو قسم پر مشتمل ہیں۔ ایک ظاہری کارکن، مثلاً ہوا، گرمی، سردی وغیرہ جنھیں ہم محسوس کرتے ہیں۔ دوسرے باطنی کارکن جو ہم سے پوشیدہ ہیں، اور وہی فرشتے ہیں۔

پھر ان آیات مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عالمِ موجودات میں ملائکہ کی صحیح پوزیشن کیا ہے۔ وہ خود مختاری نہیں رکھتے، ساری مخلوقات ہی کی طرح بندگیِ رب میں لگے ہوئے ہیں، اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح بجالا رہے ہیں، برابر انہماک کے ساتھ ان کی انجام وہی میں مصروف ہیں، اللہ کے معزز بندے ہیں، بارگاہِ خداوندی میں خود پیش قدمی کرکے کوئی بات نہیں کرتے، بس حکم بجالانے میں لگے رہتے ہیں، اللہ کی خشیت و جلال سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں، جن جن تکوینی امور پر ان کو مامور کردیا گیا ہے انھیں جوں کا توں ادا کرتے ہیں، ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے وظیفۂ حیات سے غافل نہیں

ہوتے۔ اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس ان کا دائمی مشغلہ ہے، کسی وقت اس کی عبادت سے نہ اکتاتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں اور نہ اس کی بندگی سے کبھی سرتابی کرتے ہیں۔

فرشتوں کے ان تمام اوصاف نے مشرکوں کے غلط تصورات اور مشرکانہ اوہام و خرافات کی جڑ ہی کاٹ دی اور بتا دیا کہ وہ خدائی میں شریک تو کیا ہوتے وہ تو بندگی میں انسان سے بھی زیادہ مجبور و مقہور ہیں۔

اس سب سے بڑی غلط فہمی کو جو فرشتوں کی قوتوں کے متعلق پیدا ہو سکتی تھی، رفع کر دینے کے بعد قرآن عزیز نے غیر مشتبہ لفظوں میں فرشتوں اور انسان کی اضافی حیثیت کو بھی بتا دیا ہے کہ انسانی حقیقت ملائکہ سے بڑھی ہوئی ہے۔ انسانی تخلیق کی غرض و غایت وہ ہے جو ان سے کسی طرح بھی پوری نہ ہو سکتی تھی۔ اسی لیے انسان کے مستقل وجود کی مشیت الٰہی مقتضی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت و نیابت کا جلیل القدر اور شاندار منصب فرشتوں کے بجائے انسان کو عطا فرمایا۔ چنانچہ قرآن میں جہاں حضرت آدم کی پیدائش کا واقعہ بیان کیا گیا ہے وہاں فرشتوں کے متعلق بتایا ہے کہ انھوں نے حکم الٰہی کے بموجب حضرت آدم کو سجدہ کیا۔ پھر کس طرح وہ اس لائق ہو سکتے ہیں کہ اولاد آدم ان کے آگے سر جھکائے۔

فرشتوں کے ذریعہ نصرت ربانی فرشتے اہل زمین کے لیے سفارش کرتے ہیں، مگر اس معنی میں نہیں کہ جو ان کے نام کی نیاز چڑھائے اس کے لیے وہ خدا کے دربار میں اڑ کر بیٹھ جائیں کہ ہمارے فلاں متوسل کا کام کر دیا جائے۔ بلکہ صرف اس معنی میں کہ اہل زمین کے کرتوتوں پر جب اللہ ناراض ہوتا ہے تو وہ درخواست کرتے ہیں کہ ذرا ان سے درگذر کیا جائے اور انھیں کچھ مزید مہلت دے دی جائے:

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَن فِي الْأَرْضِ — اور فرشتے اہل زمین کے حق میں استغفار کرتے ہیں۔

اسی طرح فرشتے مومنین کے لیے بھی سفارش کرتے ہیں، مگر وہ بھی دعا کی حیثیت سے، جیسا کہ فرمایا:

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا — اور فرشتے ان لوگوں کے لیے مغفرت مانگتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں

پھر جو اہل ایمان اللہ کی ربوبیت کا اقرار و اعتراف کر کے اس پر ثابت قدم ہو جاتے ہیں ان کو

اطمینان قلب بخشنے کے لیے رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ، نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (حم سجدہ-۴)

یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ ہمارا رب تو اللہ ہی ہے اور اس پر استقامت کے ساتھ جمے رہے اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غم، اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، ہم دنیا و آخرت میں تمہارے رفیق ہیں۔

اور جو مخلص اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں عزیمت کے ساتھ مجاہدانہ اقدام عمل کرتے ہیں، ان کے لیے بارگاہ خداوندی سے فرشتوں کو خاص طور پر حکم دیا جاتا ہے،

فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (انفال-۲)

پس (دشمنان حق کے مقابلہ میں) ان لوگوں کو ثابت قدم رکھو جو ایمان لائے ہیں۔

اسلام کی تحریک کا سرزمین عرب میں پہلا اور زبردست عسکری معرکہ میدان بدر کا واقعہ ہے جس میں اسلام و کفر، حق و باطل اور نور و ظلمت، کی کشمکش تھی۔ مادی ساز و سامان کے اعتبار سے دونوں طاقتوں کا مقابلہ بالکل نامساوی تھا اور جنگی آلات و اسباب جو کچھ بھی تھے محض برائے نام تھے مومنین مخلصین کے ایک مٹھی بھر گروہ نے اپنی ساری طاقتیں اور ظاہری و باطنی کوششیں جو کچھ اور جتنی کچھ اس کے امکان میں تھیں، پوری رضا و رغبت کے ساتھ حق کے لیے لگا دی تھیں اور اب صرف اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت اور غیر مادی تائید و حمایت ہی کا وسیلہ باقی رہ گیا تھا۔ عین اس وقت اللہ کی رحمت کا ظہور فرشتوں کے ذریعہ ہوا اور یوں دستگیری فرمائی گئی:

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ (انفال-۱)

(یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی اور فرمایا کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار لگاتار فرشتوں سے کر رہا ہوں

اسی طرح غزوہ احد میں اہل ایمان سے اللہ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر اہل باطل کے مقابلہ میں

تم نے صبر و تقویٰ کے ساتھ استقامت دکھلائی تو پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری امداد کی جائے گی۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ	(یاد کرو) جب تم مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے
اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ	لیے یہ کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کردہ فرشتوں سے
مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ	تمہاری امداد فرمائے، کیوں نہیں، اگر تم نے صبر اور تقویٰ اختیار
مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ	کیے رکھا اور وہ دشمن تم پر اچانک ٹوٹ پڑے تو تمہارا رب
اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ	علامت والے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری امداد فرمائے گا
اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ	اور اس کو تو اللہ نے تمہارے لیے خوشخبری بنا دیا تاکہ تمہارے
بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آل عمران)	دل اس پر مطمئن ہو جائیں، اور نصرت تو اللہ ہی کے پاس سے ہے

یہی حال غزوۂ احزاب میں بھی تھا کہ سراسیمگی کا عالم تھا، اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ہر طرح کا اضطراب سراسیمگی، حیرانی و پریشانی تھی، عرب کی تمام باطل پرست طاقتیں اپنے آپس کے اختلافات کے باوجود اسلام اور پیغمبر اسلام اور ان کے مخلصین کو نیست و نابود کر دینے کے آخری عزم و ارادے کے ساتھ میدان میں نکل آئی تھیں، اور ادھر گھر کے بھیدی، مار آستین منافقین برابر اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشی فتنوں میں لگے ہوئے تھے۔ اس دو طرفہ پریشانی کے ناساز گار ماحول اور ہیبت ناک فضا میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ نصرت فرمائی اور اس واقعۂ خاص کو اپنی ایک نعمت قرار دے کے اپنا احسان جتلایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا	اے ایمان لانے والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ	تم پر ہو چکی ہے، جبکہ (اہل باطل) کے لشکروں نے تم کو
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ	آگھیرا تو ہم نے ان پر ہوا اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم نے
تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا	نہیں دیکھیں اور اللہ تمہاری ساری عملی کارروائیوں
(احزاب - ۲)	پر نظر رکھنے والا ہے۔

ان تمام مقامات کی تفصیلات تشریحات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان کے یہاں نقل

کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ بہرحال آیات مذکورہ کی روشنی میں بالکل واضح ہو گیا کہ فرشتوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت اور غیر مادی تائید کا بھی اہل ایمان کے حق میں ظہور ہوتا ہے۔ لہذا فرشتوں پر ایمان لانے کا ایک مدعا یہ بھی ہے کہ "مقتضیات ایمان" پر پوری طرح کاربند ہو جانے والے مخلصین کو یقین رہے کہ محسوس مادی وسائل ہی سب کچھ نہیں ہیں بلکہ اس ظاہر کے پیچھے ایک غیبی مخلوق بھی ہے جو اللہ کے حکم سے غیر محسوس طریقہ پر ان کی مدد کر سکتی ہے۔ یہ مخلوق جس طرح امور تکوینی میں بحکم الٰہی کارفرما ہے اسی طرح امور تشریعی میں بھی کارکن ہے بشرطیکہ کام کرنے والے خالص اسوۂ انبیاء کرام پر کام کریں، تمام اپنی امکانی کوششوں کو اسی ایک مقصد پر مرکوز کر دیں اور پورے خلوص نیت اور یکسوئی کے ساتھ اپنے آپ کو اس سعی پر لگا دیں کہ اللہ کی زمین پر اس کی صحیح خلافت قائم ہو اور تمام باطل طاغوتوں کے علی الرغم دین حق کا غلبہ ہو جائے۔

فرشتوں کے ذریعہ لعنت ربانی جس طرح اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ اپنی نصرت نازل فرماتا ہے اسی طرح فرشتوں کے ذریعہ اس کی لعنت بھی نازل ہوا کرتی ہے چنانچہ قرآن میں اس حقیقت کو پیش فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں صاف صاف بیان کی ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو دنیا سے چھپا دیتے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت اور سب لعنت کرنے والوں کی لعنت اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ وہ اس سے توبہ اور اصلاح نہ کر لیں اور جن حقائق کو چھپا رکھا تھا انھیں بیان نہ کرنے لگیں۔ اس کے بعد پھر فرمایا ہے کہ جو اس کافرانہ رویہ پر زندہ رہتے اور اسی پر مر جاتے ہیں، ان پر انسان اور فرشتے دونوں لعنت کرتے رہتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (بقرہ-۱۹)	بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کافرانہ حالت ہی میں مر گئے ان پر اللہ کی، اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اور فرمایا کہ جن لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے پاس بیّنات آ چکی ہیں، اور رسول کے حق ہونے پر شہادت بھی دے چکے ہیں اور پھر "ایمان" کے بعد کفر کا رویہ اختیار کر کے "مقتضیات ایمان" سے صاف

کترا جاتے ہیں ان پر بھی فرشتوں کی لعنت ہوا کرتی ہے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (آل عمران - ۹)	یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزاء اللہ کی اور فرشتوں کی، اور تمام انسانوں کی، لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

فرشتوں کے ذریعہ انسانی اعمال کی نگرانی

اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کے ہر کام پر کڑی نگرانی ہوتی ہے اور اس کام کے لیے بھی فرشتے اس کے آگے پیچھے لگے رہتے ہیں، چنانچہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ	تم میں سے کوئی اپنی بات زور سے کہے یا آہستہ، اور جو کوئی رات کو چھپنے والا ہو یا دن کو نمایاں ہونے والا ہو، اس کے لیے تعاقب کرنے والے ہیں جو امر الٰہی سے اس کی نگرانی آگے سے اور پیچھے سے کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ انسانی افعال و اعمال کی نگرانی برابر موت تک ہوتی رہتی ہے:

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (انعام - ۸)	اور اللہ تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) روانہ فرماتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرستادے اس کو پورا پورا لے لیتے ہیں اور وہ کچھ بھی کمی نہیں کرتے۔

انسان اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ بھی برا بھلا کرتا رہتا ہے اس کو اللہ کے حضور قیامت میں حساب کے لیے پیش کیا جاتا ہے، اسی لیے فرشتوں کو متعین کیا گیا ہے کہ وہ تمام انسانی حرکات و سکنات، اقوال و افعال کا ریکارڈ محفوظ رکھیں:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (انفطار - ۱)	اور حال یہ ہے کہ تم پر نگرانی کرنے والے معزز نویسندے مقرر ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ — جو بھی کوئی بات منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس ایک نگہبان حاضر رہتا ہے

فرشتوں کے ذریعہ رسولوں تک پیغام رسانی

خالق نے اپنے منشا کے مطابق عالم انسانی تک پیام پہنچانے کے لیے بھی فرشتوں ہی کو ذریعہ بنایا ہے۔ انہی کے توسط سے اس نے اپنے احکام و قوانین، بندگی کے آداب و قواعد اور نظام دینی و شرعی کی وحی روانہ فرمائی ہے اور وہی ہیں جو پیغام الٰہی کو انبیاء و رسل تک اپنے کسی تصرف کے بغیر بے کم و کاست پوری امانت داری و دیانت کے ساتھ پہنچاتے ہیں:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ (حج - ۱)

اللہ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے چن لیتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (فاطر - ۱)

ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین چار چار بازوؤں والے ہیں وہ پیدائش میں جیسی چاہتا ہے زیادتی کرتا ہے۔ اللہ بے شک ہر چیز پر قادر ہے۔

اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (شوریٰ - ۵)

یا اللہ کسی قاصد کو بھیج دیتا ہے پس وہ وحی کرتا ہے اللہ کے اذن سے جو وہ چاہتا ہے۔

عربی زبان میں "اَلُوْکَۃ" کے معنی ہی سفارت، پیغام رسانی اور ایلچی گری کے آتے ہیں۔ اسی سے لفظ "مَلَاکٌ" نکلا ہے جس کی جمع "مَلٰٓئِکَۃ" آتی ہے۔ یہی معنی فرشتہ کے بھی ہیں جو "فرستادہ" سے نکلا ہے۔ اس نام سے خود ظاہر ہے کہ وہ فرشتے ہی ہیں جو اللہ کے پیغامات اس کے نبیوں کو پہنچانے کے لیے، اور ایمان لانے والوں کو راہ حق میں تکالیف و شدائد کے بہترین نتائج و ثمرات کی خوشخبری دینے کے لیے، اور حق و صداقت پر چلنے والوں کی تائید و نصرت کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو تمام آسمانی کتابوں اور الٰہی صحیفوں میں لفظی و معنوی تحریفات کے باوجود پھر بھی کافی حد تک موجود ہیں اور قرآن کے بیان کردہ حقائق کی تائید و شہادت کے لیے الزامی طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔

وحی الٰہی کے سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ جبریل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا، کبھی اپنی ملکوتی شکل میں نمودار ہونا اور کبھی انسانی پیکر میں ظہور کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ جبریل کے لیے شدید القویٰ (مضبوط قوتوں والا) رسول کریم (بزرگ فرستادہ)، روح القدس (ایک مقدس روح)، روح امین (امانتدار روح) کے الفاظ قرآن عزیز میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک مقام پر اہل کتاب کی حماقتوں کو واضح فرماتے ہوئے کہ ان میں نبوت محمدی اور قرآن کے نزول پر کس قدر رشک و حسد کے جذبات موج زن ہیں، فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (بقرہ - ۹۷)

جو کوئی بھی جبریل کا دشمن ہو (اسکو معلوم ہونا چاہیے) کہ قرآن کو تمہارے قلب (اے پیغمبر اسلام) جبریل نے اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے (نہ کہ اپنے ...)

آیات قرآنی کے علاوہ بے شمار صحیح روایات میں بھی فرشتوں اور جبریل کے متعلق بکثرت واقعات ملتے ہیں جن میں ان کی پیغام رسانی کی صفت کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے فرشتوں پر ایمان گویا کتاب الٰہی اور رسالت پر ایمان کا لازمہ ہے۔ جب ہم فرشتوں پر ایمان لاتے ہیں تو در اصل اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ ذریعہ جس سے اللہ کے پیغامات نبی تک پہنچے ہیں نہایت قابل اعتماد ذریعہ ہے اور جب نبی پر ایمان لاتے ہیں تو یہ در اصل اس بات پر ایمان ہے کہ جس ذریعے سے یہ پیغامات نوع انسانی کو پہنچے ہیں وہ بھی قابل اعتماد ہے۔

الحاصل فرشتے، دنیا، برزخ، میدان حشر، جنت و دوزخ، سب جگہ اللہ کے حکم و ارادہ اور مشیت کے مطابق فرمانبرداری میں مصروف و منہمک ہیں، اور ان کی شان عبدیت بالکل عیاں ہے، لہٰذا ملائکہ پر ایمان لانے کا مدعا یہ ہے کہ انسان اپنے اندر "عبدیت کبریٰ" کی حقیقت پیدا کرے، مجموعی کائنات اور بالخصوص ملائکہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لیے اپنی بہیمیت، حیوانی خصوصیات، اور بشری کمزوریوں پر غالب آنے کی سعی کرے، اور اپنی زندگی کے اختیاری حصے کو بھی اسی خلاق عالم کے آگے جھکا دے جس طرح غیر اختیاری حصہ میں وہ چارو ناچار جھکا ہوا ہے۔ اپنی زندگی کے لمحہ لمحہ میں یہ ملحوظ رکھے کہ اللہ کی جانب سے اس کے اختیاری اعمال و کردار پر فرشتوں کی نگہبانی اور ان کی لکھائی جاری ہے اور یہ ریکارڈ ہو کر اللہ کے حضور قیامت میں پیش ہونیوالی چیزیں ہیں۔ اس طرح ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالملائکہ کے ذریعہ بھی انسان اپنے مقصد تخلیق کو ہر وقت مستحضر رکھے تاکہ عالم انسانیت میں "خلافت الٰہیہ" کا نظام قائم ہو اور فساد و سفک دما کی جگہ زمین میں عدل و صلاح کا دور دورہ ہو۔

(باقی)